عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ﴾[آل عمران ١٥٤] "وہ کہتے ہیں: کیا ہمارے لیے اس معاملے میں کوئی حصہ ہے؟ آپ فرمائیے: بیشک سارا معاملہ اللہ پاک کے اختیار میں ہے۔ یہ اپنے دلوں میں ایسی چیز چھپاتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتے۔ دراصل وہ کہتے ہیں: اگر معاملے میں ہمارا کوئی بس چلتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے۔ آپ کہہ دیجیے: اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی ہوتے تب بھی (تقدیر میں) جن پر قتل لکھا ہوا ہے وہ خود بخود اپنے مقتلوں کی طرف نکل پڑتے۔"

یہ باتیں غزوہ احد کی ہیں، جب منافقوں نے مسلمانوں کی شہادت پر تھڑدلی اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر مسلمان حق پر ہیں تو انہیں شہادت سے ہمکنار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ یہ اللہ پاک کی مشیت ہے۔ وہ اس ایک واقعے میں بعض کو شہادت کا عالی مقام دینا اور دوسرے بعض کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ ان کی طرف سے عقیدہ تقدیر پر شبہ کا اظہار ہوا، تو فرمایا کہ موت کا وقت بالکل اٹل ہے، جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو وہ بلا اختیار خود بخود اپنے مرنے کی جگہ پہنچ جاتا ہے۔

حضرت زبیر بن عوام ﷛ نے کہا: "میں جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ اور دشمن کا زبردست خوف تھا۔ اچانک ہم پر نیند کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور ہم میں سے ہر مجاہد کی ٹھوڑی غلبہ نیند کی وجہ سے سینے سے لگ گئی۔ آپ ﷛ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ واللہ میں نے منافق معتب بن قشیر کو مندرجہ بالا جملہ کہتے سنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾[آل عمران ١٦٨] "یہ وہ لوگ ہیں جو خود پیچھے بیٹھ رہے اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے لگے: اگر ہمارا کہنا مانتے تو مارے نہ جاتے۔ کہہ دیجیے: اگر تم اس بات میں سچے ہوں، تو اپنے آپ سے موت کو ٹال کر دکھلا دو۔"

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ ﷛ نے جنگ احد کا نقشہ کچھ یوں کھینچا: "ہم دشمنوں کے مقابلے میں صف آرا تھے، ہم پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی، یہاں تک کہ میری تلوار ہاتھ سے بار بار گرتی اور میں اسے بار بار اٹھاتا۔ اور منافقین کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیروں میں مصروف تھے۔ ساری فوج میں زیادہ بزدل، ڈرپوک اور حق وانصاف کو پامال کرنے میں پیش پیش تھے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا تھے۔ منافقین کا یہ گروہ اللہ تعالیٰ کے متعلق شکوک وشبہات کا شکار تھا۔" [سنن البیهقی]

تربیتِ اطفال
عبدالوہاب خان

بچوں کی تعلیم وتربیت میں ماں کا کردار

ارشادِالٰہی ہے:﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾[طٰه ١١٤]"اوردعا کیجیے:میرے رب!میرے علم میں اضافہ فرما۔"

مسلمانو! امت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ہم سب کے خالق ، مالک اور حاجت روا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین ذات اور بزرگ ترین ہستی حضرت محمد مصطفی ﷺ کومنصب رسالت سے سرفراز فرمایا تو ایسے، کہ امام الانبیاء کا رتبہ بخشا۔انہیں انسانیت سے مزین فرمایا تو ایسے کہ تا قیامِ قیامت ساری انسانیت کے لیے کامل اسوہ حسنہ قرار دیا اورعلم وحکمت کی نعمتِ لازوال سے مالا مال فرمایا تو﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾[العلق:١]یعنی پڑھنے کے حکم سے آغاز فرمایا،اور﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ کے پیارے الفاظ کے ذریعے اس میں اضافے کے لیے دعائے پیہم کی تلقین فرمائی۔اور جب حسب مشیتِ الٰہی اس میں کمال کو پہنچے تو نہ صرف﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کی سند فراغت مرحمت فرمائی؛ بلکہ رحلتِ نبویہ کے ساتھ عرشِ الٰہی سے فرشِ ارضی تک نزولِ علم کی کنکشن ہی کاٹ دی۔

اب انسانیت کے پاس 114 قرآنی سورتوں اور سنت محمدیہ کی کتابوں کا ذخیرہ علم ساوی ہے؛لیکن اہل بصیرت کی نگاہ میں اسی ذخیرہ علم کے اندر ہر زمانے کے چیلنجوں کا توڑ اور ہر دور کے مسائل کا حل موجود ہے۔ان میں گرانمایہ رہنما اصول اور دقیق نکات پائے جاتے ہیں،جن پر﴿لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ اور﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کے تحت غوروفکر کرنے والے انسان اپنے اپنے متعلقہ شعبے میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دے گئے ہیں کہ ان کے نقش قدم پر چلنے والوں نے بھی ہرسمت ترقی وکامرانی کی منزلیں طے کی ہیں، کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ان شاء اللہ

"انسان کی ان بلندیوں پررسائی کے معاملے میں ایک ماں کیا کردار کرسکتی ہے۔" یہ میراموضوع ہے۔

آج کی ایک ماڈرن کوالیفائیڈ ماں کے خیال میں اس کا کردار یہی ہے کہ وہ پیارے بیٹے اور بیٹی کو یونیفارم پہنا کر، بناسنوار کر، بروقت سکول بھیج دے......اگرشام کواپنی نگرانی میں ہوم ورک بھی کروایا تو کیا کہنے!

واقعی یہ آپ کی ذمہ داری ہے؛لیکن جیسا کہ تمہیدی کلمات سے معلوم ہوا"علم" کا مفہوم ہمارے درسی نصاب سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔قرآن وسنت کی عبارت میں "علم" وہی ہے جوانسان کو راسخ عقیدے،خالص نیت اور عملِ صالح سے مزین کردے۔اسی "علم" کے بارے میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾[سورة المجادلة ١١]

اس ''علم'' کی روشنی میں خالقِ انس وجان نے ماں کے ناتواں کندھوں کو توانا کرنے اوراس پر ابتدائی تعلیم وتربیت کا گرانقدر بوجھ ڈالنے کی خاطر اسے نہ صرف گھر کی دنیا میں بلند مرتبہ عطا فرمایا؛ بلکہ بچے کی جنت اس کے قدموں تلے رکھ دینے کا زبردست اعلان فرمایا ہے۔

دیکھیے صنف نازک کے کندھوں کو توانائی بخشنے کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ نے " **طلبُ العلمِ فریضةٌ علٰی کلِ مسلمٍ**''[ابن ماجه المقدمة باب فضل العلماء عن أنس وصححه الألباني] فرما کر ہر مسلمان (مرد وعورت) کے لیے تعلیم کے دروازے کھول دیے۔ پھر اس علم کا تعلیمی و تربیتی نتیجہ دکھانے کے لیے فرمایا''**فاظفر بذات الدين**'' [صحيح البخاري النكاح باب الأكفاء في الدين عن أبي هر] یعنی رشتے کے لیے جسمانی، مالی اور خاندانی 'غرض ہر خوبی پر ''دینداری' بالفاظِ دیگر ''علم وعمل'' کو ترجیح دینے کا حکم فرمایا۔ ''**ألا ! كلُّكم راعٍ وكلُّكم مسئولٌ عَن رعيتِه**'' [البخاري الجمعة باب الجمعة في القرى والمدن عن ابن عمر] کے تحت ماں پر بچوں کی تعلیم وتربیت اور کردار سازی کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اوراس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا طریقہ معلم اول ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ:

''جس کسی نے بچے کو کوئی چیز دینے کا تأثر دے کر بلایا، پھر اسے وہ چیز نہ دی تو اس کے نامہ اعمال میں جھوٹ درج کیا جائے گا۔'' [أبو داؤد الأدب باب في التشديد في الكذب عن عبدالله بن عامر وحسنه الالباني]

اس محتاط روش پر تعلیم پانے والی مائیں اپنے بچوں کو ہمیشہ " **بسم الله**" کہ کر دودھ پلاتی ہیں، ﴿**حسبی الله لآ إله إلا هو**﴾ کی لوری سناتی ہیں۔ بولنے کو منہ کھولتا ہے تو **الله** ، **بسم الله** اور **لآ إلٰه إلا الله محمد رسول الله** ﷺ سکھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ انہیں انبیاء کرام، ائمہ دین اور مجاہدین اسلام کے سبق آموز سچے واقعات سناتی ہیں۔

اپنی اولاد سے کبھی جھوٹ نہیں بولتیں، انہیں دھوکہ دہی کی غیر شعوری تربیت دینے سے اجتناب کرتی ہیں۔ ان کی انفرادی سرگرمیوں پر نگاہ رکھتی ہیں۔ ہر روز صبح سویرے ان کی تلاوتِ قرآن کی نگرانی کرتی اور رب ذوالجلال کے آگے ان کی دنیا وآخرت کی کامیابی کے لیے دستِ سوال دراز کرتی رہتی ہیں...... ان تمام مراحل کے ساتھ بچے کو سکول بھیجنے اور ہوم ورک کرانے کی باری آتی ہے۔ انہی حقائق کی روشنی میں ایک تجربہ کار نے کہا تھا:

الأمُ مـــدرسةٌ إذا أعــــدتَّهـــــا   أعـــددتَّ شـعبـــاً طيـبَ الأعـــراقِ

''ماں ایک درسگاہ ہے، اگر تو نے اسے صحیح ڈگر پر تیار کیا تو یقیناً ایک پاکیزہ قوم کی داغ بیل ڈالی دی۔''

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا ہے خونِ فاسد کے لیے تعلیم مثلِ نیشتر
رہبر کے ایما سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے واجب ہے صحرا گرد پر تعمیلِ فرمانِ خضر

جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے بھاگ کر مدین پہنچے...... آپ کی انسانی ہمدردی اور شرم و حیا کو دیکھ کر شعیب علیہ السلام کی عفت مآب لڑکیوں نے ایک ہی واقعے سے اس نو وارد کے صمیم قلب میں چھپے ہوئے جوہر آبدار کو تاڑ لیا اور اپنے باپ سے عرض کیا: ﴿يَآ اَبَتِ اسۡتَأۡجِرۡهُ إِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَأۡجَرۡتَ **الۡقَوِيُّ الأمِيۡنُ** ○﴾ [القصص ٢٦] ''والد محترم! اس شخص کو مزدور کے طور پر رکھ لیجیے، یقیناً بہترین مزدور وہ ہے جو **طاقت ور اور امانت دار** ہو۔'' انہوں نے اس نو وارد شخص کے دو اوصاف بیان کیے: جسمانی طاقت، روحانی طاقت (امانت داری)

پہلی صفت **''جسمانی طاقت''** ہر دور میں بکثرت موجود رہی ہے، عصر حاضر میں بھی اس کی کمی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بادشاہِ وقت کے گھر ایک شہزادے کی حیثیت سے پرورش پائی ہے۔ زرخیز و عظیم ملک کے شہزادے نے یقیناً خالص ترین اور عمدہ ترین اشیاء استعمال کی ہیں۔ یہ طاقت آپ کو اپنے سرپرست مسٹر فرعون کے طفیل حاصل ہوئی۔

دوسری صفت **''روحانی طاقت''** ہر دور میں جنس نادر رہی ہے۔ موجودہ دور میں بھی عنقا ہے۔ آدمی اور ''انسان'' میں فرق اسی کمیاب صفت سے ہے، جس کا ہر کوئی قدر داں ہے، اگرچہ اس کے لیے کوشاں شاذ و نادر ہی ہے۔ اس صفت کمال کا سہرا دو خواتین کے سر ہے: ایک **حقیقی ماں** علیہا السلام جو عام لوگوں کی نظر میں صرف رضاعی ماں تھی۔

دوسری حضرت آسیہ علیہا السلام زوجہ فرعون جو آپ کی اعزازی ماں تھی۔

یہ دونوں اللہ رب العزت پر ایمان رکھنی والی اور اس کی شریعت پر پابندی سے عمل کرنے والی تھیں۔ پیارا موسیٰ علیہ السلام ماؤں کی گود ہی سے ''امانت داری'' کی تربیت لیتا رہا، ان دونوں کی اخلاقی تربیت اتنی مؤثر اور مستحکم تھی کہ اس کی شخصیت میں عام معاشرتی تجربات کے برخلاف اپنے ظاہری سربراہ فرعون کی فرعونیت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ دراصل یہ عدم تاثیر اللہ پاک کی طرف سے آئندہ ہونے والے نبی کے لیے عصمت کا انتظام تھا، اور ان دونوں ماؤں کی تربیت اللہ پاک کی طرف سے فراہم کردہ دنیاوی سبب۔

انبیائے کرام علیهم الصلاة والسلام کی پیروی کرنے والی مائیں ہمیشہ سے اپنے پیارے بچوں کی تربیت اسی ڈگر پر کرنے میں کوشاں ہوتی ہیں۔ اور یہ ان کا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔

انہی ماؤں کی کوکھ سے جنم لینے والے سعادت مند بچے اپنی درسی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کرتے ہیں۔ پھر کسی